مقالہ باموضوع

اسلام میں اقتصاد کی اہمیت

مقالہ نگار

محمد عسکری حکیمی

فہرست مقالہ

خلاصہ :......1
مقدمہ:......1
کلیدی الفاظ:......2
کلمہ اسلام :......2
کلمہ اقتصاد :......3
اقتصاد کی اہمیت :......3
اقتصادی استحکام کیلئے تلاش و کوشش کی اہمیت :......3
معاشی سرگرمیوں پر توجہ کا ضروری ہونا :......5
اقتصادی استحکام اور تدبیر معیشت:......5
بے کاری اور سستی کی مذمت :......6
اسلام میں رزق حلال کی تاکید :......7
اقتصاد حرام سے پرہیز کی تاکید :......8
حرام خوری کے بدترین آثار :......8
1 . اموال میں بے برکتی :......8
2 . عبادتوں کا قبول نہ ہونا :......9
3 . دعاوں کا قبول نہ ہونا :......9
گران فروشی کے خلاف امام صادق علیہ السلام کا رد عمل:......9
اموال کا امانت الہی ہونا :......10
مال وثروت کا تقوی اور حصول آخرت کیلئے ذریعہ قرار پانا :......11
اماماں معصومینؑ، کار وتلاش کے علمبردار :......11
اسلام کی صنعت و پیداوار پر خصوصی توجہ :......11
قانون نفی سبیل:......12
پیداوار کے وسائل قرآن کریم کی نظر میں :......12
الف. زمین......12
ذراعت کی اہمیت روایات کی روشنی میں:......12
حدیث امام صادق علیہ السلام :......13
حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :......13

حدیث امام محمد بن علی الباقر علیہ السلام: 13
حدیث امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام : 13
ب : دریا: 13
ج: حشراتَ 14
د: مال مویشی: 14
آئمہ طاہرینؑ کا وسائل پیداوار سے استفادہ کرنا : 14
نتیجہ: 15
منابع و مآخذ: 17
حوالہ جات: 18

خلاصه :

مقالہ حاضر آیات و روایات کی روشنی میں اقتصاد کی اہمیت کو بیان کرتا ہے۔ مقالے کے آغاز میں موضوع سے مربوط کلیدی الفاظ کی شرح کی گئی ہے۔ اس کے بعد قرآن کریم کی آیات اور آئمہ اطہار علیہم السلام کے کلام کی روشنی میں اسلام میں اقتصاد کی اہمیت کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس مقالے میں انجام شدہ تحقیق کے نتیجے میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انسانی معاشرے کی سلامتی اقتصادی سلامتی پر منحصر ہے۔ مسائل اقتصادی کی جانب توجہ دینا پیامبران الہی اور آئمہ اطہار علیہم السلام کے اہداف عالیہ میں شمار ہوتا ہے۔ قرآنی آیات اور روایات میں اقتصادی بہبود و سلامتی سے متعلق تمام ضروری دستورات بیان ہوئے ہیں، لیکن انسانی معاشرے میں زندگی کرنے والے تمام افراد پر لازم ہے کہ پیامبران الہی اور آئمہ اطہار علیہم کے فرامین پر اعتقاد کامل رکھتے ہوئے ان دستورات کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کریں۔ تاکہ زندگی کے تمام مراحل میں کامیابی سے ہمکنار ہو جائے۔ جائیں

مقدمه :

دین اسلام کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس نے انسان کی رشد و ترقی کیلئے لازم تمام مسائل چاہے وہ عبادی ہوں یا اجتماعی اخلاقی ہوں یا اقتصادی وغیرہ کو سامنے رکھ کر ان کے بارے میں مفصل بحث کی ہے۔ نیز اسی راہ میں موجود موانع کی طرف بھی گوشزد کیا ہے اور انسان کو ان موانع سے دوری اختیار کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ بشر کی ترقی کے اساسی ترین عوامل میں سے ایک عامل اقتصاد ہے۔ اقتصادی مسائل کو حل کرنے کے لئے انسان کو جد وجہد کرنی چاہئے تاکہ اپنی زندگی کے ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے کسی اور کی طرف محتاج نہ ہو۔

اگر کوئی معاشرہ اقتصادی لحاظ سے مشکلات سے دوچار ہو اور لوگ تنگدستی اور محرومیت میں زندگی بسر کر رہے ہوں تو وہ کسی بھی اعتقادی اور اخلاقی رفتار کو قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہونگے۔ اسی لئے پیامبر گرامی اسلام فرماتے ہیں: كَادَ ٱلْفَقْرُ أَنْ يَكُونَ كُفْراً تنگدستی عنقریب (انسان کو کفر میں مبتلا کردے گا[1]۔ طبیعی اور غریزہ انسانی کی جہت سے اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان کبھی بھی معاشی ضروریات مانند خوراک، لباس، مسکن اسی طرح دوسری ضروریات زندگی کے بغیر زندگی نہیں گزار سکتا اور اس کے لئے زندگی کے کسی بھی شعبے میں ترقی کرنا ممکن نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان اپنی ان ضروریات کو پورا کرنے کیلئے فراوان تلاش کرتا ہے۔

اسلام میں اقتصادی مسائل کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ صرف قرآن کریم کے کی ۱۴۵۰ آیات اسی عنوان کے ساتھ مختص ہیں نیز پیامبر گرامی اسلام اور ائمہ اہلبیتؑ سے فراوان روایات بھی اسی حوالے سے نقل ہوئی ہیں۔ نیز فقہ کی اہم ترین اور پر حجم ترین کتابوں میں بھی اقتصادی مسائل کے حوالے سے بحث ہوئی ہے۔

ان میں سے کتاب البیع، کتاب التجارۃ، کتاب الاجارۃ، کتاب الرھن، کتاب والوکالۃ، کتاب الوقف، کتاب الھبۃ، کتاب الارث، کتاب الزکاۃ، کتاب الخمس و۔۔۔۔ سر فہرست ہیں۔

پس دین مبین اسلام کے بلند و بالا اہداف کی تحصیل و تکمیل مسائل اقتصادی کی جانب توجہ دیئے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اسی لئے حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید کی جانب دعوت دینے کے بعد مالی و تجارتی امور میں حق وعدالت کی رعایت کی تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں :

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ وَلَا تَنقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ ۚ إِنِّي أَرَاكُم بِخَيْرٍ وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيطٍ وَيَا قَوْمِ أَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ [2] اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا' کہا اے میری قوم! اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور ناپ اور تول کو نہ گھٹاؤ' میں تمہیں آسودہ حال دیکھتا ہوں اور تم پر ایک گھیر لینے والے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں اور اے میری قوم! انصاف سے ناپ اور تول کو پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو اور زمین میں فساد نہ مچاؤ۔

انہی آیات واحادیث کی روشنی میں مقالہ حاضر میں اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے بیان کرنے کی کوشش کرینگے کہ اسلام مسائل اقتصادی کو کس قدر اہمیت دیتا ہے اور بشر کیلئے اقتصادی لحاظ سے بے نیاز ہونے کیلئے کونسے اقدامات کرنے کی ضرورت ہے تا کہ قرآن واحادیث کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے مسائل اقتصادی کے حل کیلئے مددگار ثابت ہو سکے۔

کلیدی الفاظ:

کلمہ اسلام:

کلمہ اسلام' مادہ سلم سے سلامتی وآسائش کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور «سلامۃ» آفت وآزار سے امنیت حاصل ہونے کے معنی میں ہے۔ [3] راغب اصفہانی کہتا ہے: «السّلم و السّلامه: التعرّی من الافات الظاهره و الباطنه» السلم اور السلامۃ یعنی ظاہری و باطنی آفات سے خالی ہونا۔ [4] نیز لسان العرب میں بھی یہی معنا ذکر ہوا ہے [5] لیکن اسلام کا اس معنی کے ساتھ رابطہ ہے اس کے بارے میں ابن فارس کہتا ہے «و من الباب أيضاً الإسلام، و هو الانقياد؛ لأنَّه يَسلم من الإباء و الامتناع» اسی لئے اسلام کا معنا فرمانبرداری ہے چونکہ سرکشی وانکار سے سالم ہے۔ [6] نیز ابن منظور کہتا ہے: «و الإسلامُ و الاستِسلامُ: الانقياد و.. إظهار الخضوع ...» اسلام وتسلیم کا معنی فرمانبرداری اور خضوع کا اظہار کرنا ہے۔ [7] چونکہ اسلام ہر قسم کی نافرمانی اور سرکشی سے خالی ہے جس کو ایک قسم کی تباہی شمار کیا جاتا ہے یا دوسری تعبیر میں کہا جا سکتا ہے کہ اسلام یعنی سلامتی میں داخل ہونا۔ شیخ طبرسی کہتا ہے: «والإسلام أصله السّلم معناه دخل فی السّلم و أصل السّلم السّلامة لأنها انقياد على السّلامة» اسلام اصل میں سلم سے لیا گیا ہے اس کا معنی سلامتی میں داخل ہونا ہے اور سلم اصل میں سلامتی ہے چونکہ فرمانبرداری سلامتی کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ [8] وہ معتقد ہے کہ کلمہ اسلام ممکن ہے مادہ تسلیم سے امر خداوندی کے مقابلے میں تسلیم ہونے کے معنی میں ہو چونکہ خدا کے مقابلے میں تسلیم ہونا ہر قسم کی سرکشی اور فساد سے سالم ہونا ہے۔ [9]

کلمہ اسلام کے معنی کی وضاحت کیلئے جب ہم قرآن کریم کے طرف رجوع کرتے ہیں تو یہ بات بخوبی روشن ہوتی ہے کہ قرآن کریم میں بھی یہ کلمہ انہی معانی میں استعمال ہوا ہے جن کو اہل لغت نے بیان کیا ہے۔ اس کے چند نمونے درج ذیل ہیں:

ا۔ بَلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِندَ رَبِّهِ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ [10] ہاں! جس نے اپنے آپ کو اللہ کے حوالہ کر دیا اور وہ نیکی کرنے والا ہے تو اس کے لئے اس کے رب کے پاس اس کا اجر ہے اور انہیں نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی حزن۔ اس آیۃ شریفہ میں خدا کے سامنے تسلیم ہونے کے معنی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

۲۔ إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ ۖ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ [11] (ابراہیم کا یہ حال بھی قابل ذکر ہے کہ) جب ان کے رب نے ان سے کہا: (اپنے آپ کو اللہ کے) حوالہ کر دو' وہ بولے: میں نے اپنے آپ کو رب العالمین کے حوالہ کر دیا۔ اس میں بھی پروردگار عالم کے حضور اپنے آپ کو پیش کرنا اور ان کے حکم پر سر تسلیم خم ہونے کا واضح حکم موجود ہے۔

۳۔ فَإِنْ حَاجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ وَقُلْ لِلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْأُمِّيِّينَ أَأَسْلَمْتُمْ فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوْا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ [12](اے رسول) اگر یہ لوگ آپ سے جھگڑا کریں توان سے کہدیجئے : میں نے اور میری اتباع کرنے والوں نے تو اللہ کے آگے سر تسلیم خم کیا ہے اور پھر اہل کتاب اور ناخواندہ لوگوں سے پوچھیئے : کیا تم نے بھی تسلیم کیا ہے؟ اگر یہ لوگ تسلیم کرلیں توہدایت یافتہ ہو جائیں اور اگر منہ موڑ لیں تو آپ کی ذمے داری تو صرف پیغام پہنچادینا ہے اور اللہ اپنے بندوں پر خوب نظر رکھنے والا ہے۔

کلمہ اقتصاد :

اقتصاد کا تعلق لغت کے اعتبار سے ہے اور اس کا مادہ القَصْدُ سے ہے اور اس کا معنی راستے کا سیدھا ہو نا ہے۔[13] لہذا اقتصاد کی دو قسمیں ہے :

پہلی قسم : پسندیدہ اقتصاد؛ یعنی افراط و تفریط کی درمیانی راہ' مثال کے طور پر جود و بخشش جو کہ اسراف اور بخل کی درمیانی حالت کا نام ہے اور اسی طرح شجاعت جو کہ ہمت اور بزدلی کی درمیانی حالت کو کہا جاتا ہے۔قرآن کریم کی آیۃ شریفۃ وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ اور اپنی چال میں اعتدال رکھو[14] اسی معنی کو بیان کر رہی ہے۔ نیز اسی معنی کے طرف قرآن کریم کی یہ آیۃ شریفۃ بھی اشارہ کر رہی ہے : وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا اور یہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں' بلکہ ان کے درمیان اعتدال رکھتے ہیں [15]

اقتصاد کی دوسری قسم : اس قسم کو پسندیدہ اور ناپسند کے درمیانی حالت کیلئے کنایہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے 'مانند ظلم وعدل کے درمیانی حالت (یعنی نہ ظلم ہے اور نہ عدالت) یا ایسی حالت کو کہا جاتا ہے جو نزدیک اور دور کے درمیان قرار پاتی ہے۔اسی بنیاد پر قرآن کریم کا ارشاد ہے : فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ [16] یعنی پس ان میں سے کچھ اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں اور کچھ میانہ رو ہیں اور کچھ اللہ کے اذن سے نیکیوں میں سبقت لے جانے والے ہیں۔[17]

اقتصاد کی اہمیت :

مال و دولت انسان کی زندگی کیلئے ایک ضروری امر ہے چونکہ اس کے بغیر زندگی گزارنا ممکن نہیں ہے قرآن کریم میں بھی اس بات کی طرف یوں اشارہ ملتا ہے : وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا [18] اور اپنے وہ مال بے سمجھوں کے حوالے نہ کرو جنہیں اللہ نے تمہاری زندگی کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے۔ اس آیت سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام اقتصاد کو کس قدر اہمیت دیتا ہے۔البتہ مال و دولت کا حصول بھی ایسے ہی ممکن نہیں بلکہ اس کیلئے تلاش و کوشش کی ضرورت ہوتی ہے اس کے بغیر دولت کا حصول محال ہے اسی اہمیت کے پیش نظر ہم ذیل میں کار کام وتلاش کی اہمیت اور بے کاری کی مذمت کے حوالے سے اسلامی نقطہ نگاہ کا جائزہ لیں گے

اقتصادی استحکام کیلئے تلاش و کوشش کی اہمیت :

جس طرح معاشیات انسان کیلئے ضروری امر ہے اسی طرح اس کے حصول کیلئے تلاش و کوشش کرنا بھی یقینا اہمیت کا حامل ہے۔ اس حوالے سے قرآن کریم کی متعدد آیات اور آئمہ اہل البیت علیہم السلام کی احادیث اور ان کی سیرت طیبہ ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔قرآن مجید انسان کی کامیابی کو اس کی کوشش کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے : وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ [19] اور یہ کہ انسان کیلئے وہی ہوگا جس کی اس نے کوشش کی۔ دین اسلام نے کام وتلاش کے حوالے سے یک طرفہ نظر سے پرہیز کیا ہے بلکہ اس نے دنیا اور آخرت دونوں کی کامیابی کے حصول کا پروگرام بنایا ہے جس طرح انسان کے ہدف خلقت کو خدا کی بندگی قرار دیا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ [20] (اور میں نے جن اور انسان کو بنایا ہے تو صرف اپنی

بندگی کے لیے۔) وہاں دنیاوی کامیابیوں کیلیئے بھی ہمت اور کوشش بروئے کار لانے کا بھی حکم دیا ہے۔ هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا
[21] اسی نے تمہیں زمین سے بنایا اور تم سے یہ چاہاہے کہ تم اس میں آباد کاری کرے۔

ہمارے آئمہ اطہار علیہم کی حالات زندگی میں بھی ہم بخوبی مشاہدہ کرتے ہیں کہ یہ عظیم ہستیاں اپنی اقتصادی مسائل کے حل اور دوسروں کی مالی مشکلات کے حل کیلیئے نہایت زحمتیں برداشت کرتے تھے جس کا ایک نمونہ سرور سالار شہیدان حضرت اباعبداللہ الحسین علیہ السلام کی شخصیت ہے کہ روز عاشورا آپؑ کے کاندھے پر بعض اثرات دیکھے گئے جب امام سجاد علیہ السلام سے ان کے بارے میں پوچھا گیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ ان کھانے بھرے گھٹریوں کی وجہ سے ہے جو میرے بابا ہر روز اپنے کاندھے پر اٹھا کر عورتوں، یتیموں اور مسکینوں کے گھروں میں پہنچادیتے تھے۔ [22]

نیز امام صادق علیہ السلام کے بارے میں روایت بیان کرتی ہے کہ جب رات کا کچھ حصہ گزر جاتا تو امام علیہ السلام اس گھٹری کو جس میں روٹیاں، گوشت اور درہم ہوتے تھے اپنے دوش اطہر پر اٹھا کر مدینہ کے فقیروں کے پاس جاتے تھے اور ان میں تقسیم کرتے تھے۔[23] امام موسیٰ کاظم علیہ السلام رات کو مدینہ کے تنگدست لوگوں کے پاس جاتے تھے اور ایک تھیلہ بھی ساتھ لے جاتے تھے جس میں پیسے اور کھجوریں ہوتی تھیں اور اسے فقیروں میں تقسیم کرتے تھے۔ [24]

نبی مکرم اسلام اور آئمہ اہل البیت علیہم السلام خود اس حوالہ سے پیش قدم ہونے کے ساتھ کام و تلاش بروئے کار لانے والے افراد کی تشویق بھی کرتے تھے۔ جب رسول خدا صل اللہ علیہ وآلہ وسلّم جنگ تبوک سے واپس تشریف لارہے تھے تو سعد انصاری ان کے استقبال کیلیئے گیا اور آپ ﷺ کے ساتھ مصافحہ کیا جب اس کے ہاتھ میں کھردراپن کا احساس ہوا تو آپ ﷺ نے سعد انصاری سے پوچھا کہ آپ کا ہاتھ کیوں اس قدر کھردرا اور سخت ہے؟ سعد انصاری نے عرض کیا: اے رسول خدا! میں بیلچہ اور رسیوں کے ذریعہ کام کرتا ہوں اور اسی کے ذریعہ اپنے گھر والوں کے مخارج کا بندوبست کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے اس کے ہاتھ کا بوسہ لیا اور فرمایا: یہ ایسا ہاتھ ہے جس پر جہنم کی آگ اثر نہیں کرے گی۔ [25]

امام محمد باقر (ع) کے زمانے میں ایک مشہور و معروف زاہد محمد بن منکدر تھا جو طاؤس یمانی، ابراہیم بن ادہم اور دوسرے لوگوں کی طرح صوفی مسلک کی طرف رجحان رکھتا تھا وہ نقل کرتا ہے: میں سخت گرمی کے دنوں میں ایک دن مدینہ منورہ کے اطراف میں ایک سمت کسی کام سے جارہا تھا، اچانک اس سخت گرمی میں میری ملاقات محمد بن علی (ع) سے ملاقات ہوگئی تو دیکھا کہ اپنے دو غلاموں کی مدد سے کسب معاش کے کاموں میں مصروف ہیں، میں نے اپنے آپ سے کہا: قریش کے بزرگوں میں سے ایک بزرگ اتنی سخت گرمی میں طاقت فرسا کام کررہے ہیں اور دنیا کی فکر میں لگے ہیں! خدا کی قسم میں ان کے پاس جاؤں گا اور موعظہ و نصیحت کروں گا۔ میں حضرت (ع) کے پاس گیا اور ان سے سلام کیا، درحالیکہ وہ خستہ حال تھے اور جسم سے پسینہ بہہ رہا تھا، میرے سلام کا جواب دیا، میں نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے ان سے کہا: خداوند عالم آپ کے کاموں میں برکت دے! آخر کیوں کر آپ جیسی بزرگ شخصیت اتنی سخت گرمی اور ایسے حالات میں طلبِ مال اور دنیا کی فکر میں رہے! سچ بتائیں اگر اس حالت میں آپ کو موت آجائے تو آپ کیا کریں گے؟!

امام محمد باقر (ع) نے اپنے ہاتھوں کو روکا اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر فرمایا: خدا کی قسم اگر اس حالت میں مجھے موت آجائے تو یقین جانو کہ پروردگار عالم کی اطاعت و فرمانبرداری میں موت آئے گی۔ کاموں میں سعی و کوشش کرنا خود خدائے متعال کی اطاعت ہے کیونکہ یہی کام ہیں جن کی وجہ سے میں اپنے کو تم اور تمہارے جیسے لوگوں سے بے نیاز بناتا ہوں (تاکہ دست نیاز و حاجت کسی کی طرف نہ پھیلاؤں) میں اس وقت خدا سے خوف زدہ ہوں گا جب میری موت اللہ کی معصیت و نافرمانی میں آئے۔ [26] ان کے علاوہ اور بھی بہت ساری روایات موجود ہیں جو کار تلاش کی اہمیت کو اجاگر

کرتی ہیں نیز اسی حوالہ سے سیرت طیبہ آئمہ اطہار علیہم السلام سے متعلق فراوان احادیث موجود ہیں جن میں ان ہستیوں کی کوششوں کو بخوبی بیان کیا گیا ہے یہ سب ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔

معاشی سرگرمیوں پر توجہ کا ضروری ہونا :

وہ تمام روایات جو کار و تلاش کی اہمیت ،کسب و تجارت ،روزی حلال کی طلب ،توسعہ و آباد کاری اور معاشی استقلال [27] و۔۔۔ کو بیان کرتی ہیں سب کے سب کسی نہ کسی طرح سے اقتصادی سرگرمیوں کی اہمیت اور ضرورت پر دلالت کرتی ہیں اور اس قسم کی روایات بہت وسیع اور متنوع ہیں [28] بلکہ کار و تلاش اقتصادی پیشرفت کے عوامل میں سے ایک عامل ہے اور اسلام میں کام کو عبادت شمار کیا گیا ہے اور زندگی کے امور میں تلاش کرنے کو جہاد فی سبیل اللہ کا درجہ دیا گیا ہے نیز سیرہ عملی معصومین علیہم السلام بھی کار و تلاش ہی تھے۔ [29]

اسلام میں کام کرنے کی تاکید ہوئی ہے اس میں کوئی فرق نہیں کہ کام کس نوعیت کا ہو دوسری تعبیر میں اسلام کی نظر میں کام کرنا ننگ و عار نہیں سمجھا جاتا ہے البتہ مہم یہ ہے کہ وہ کام معاشرے کیلئے مفید اور سود مند ہو۔ بدقسمتی سے کچھ لوگ صرف ایسے کاموں کو قبول کرنے کیلئے حاضر ہوتے ہیں جو ان کی نظر میں ان کی شان کے مطابق ہو اس سے کمتر کو اپنے لئے ذلت تصور کرتے ہیں۔ روایات اسلامی میں آیا ہے کہ ایک زمانہ میں معروف منکر اور منکر معروف میں تبدیل ہوگا تو لگتا ہے ہمارا مورد بحث مسئلہ اسی روایت کے مصادیق میں سے ایک مصداق ہے۔ بعض یہ تصور کرتے ہیں کہ جو بھی شخص اپنے کام میں بہت زیادہ محنتی ہو اور زحمتیں اٹھانے والا ہو تو یہ شخص لالچی ہے اور کچھ لوگ مسلسل اسے کہتے ہیں کب تک؟ کس لئے؟ اور کیوں؟ اعداد و شمار کے اعتبار سے یہ کہا جاتا ہے کہ جاپان اور چین کے لوگ ہر مفید کام پر فخر کرتے ہیں اور بے کاری کو ننگ و عار جانتے ہیں لہٰذا انہوں نے پیشرفت کی ہے۔ اسلام میں زراعت ، چوپانی و صنعتگری اور تجارت مورد ستائش واقع ہوئی ہیں اگرچہ کچھ لوگ جو کہ تعلیمات اسلامی سے بیگانہ ہیں ان کاموں سے بعض کو اپنی شان کے مطابق نہیں جانتے ہیں۔ [30] حال آنکہ امام صادق علیہ السلام خود بیلچے ہاتھ میں تھامے اپنے باغ میں کام کرتے تھے اور خون پسینہ کر کے کام کرتے تھے۔ کسی نے ان سے اعتراض کرتے ہوئے کہا: آپ مجھے اجازت دیں تاکہ آپ کی جگہ میں کام کروں آپؑ نے فرمایا: «إني احب أن يتأذى الرجل بحر الشمس فی طلب المعيشه» [31] میں چاہتا ہوں کہ انسان طلب معیشت اور روزی میں سورج کی حرارت کے ذریعہ مورد آزار واذیت قرار پائے۔ [32] اس بحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ فقہی اعتبار سے بھی طلب معیشت کیلئے کام کرنا واجب ہے وگرنہ آئمہ معصومین علیہم السلام کوئی ایسا کام انجام نہیں دیتے جس میں کوئی فائدہ نہ ہو اور شرعی اعتبار سے بھی مورد نظر شارع نہ ہو۔ انہی ہستیوں کا خود معیشتی امور میں زحمتیں اٹھاتے نظر آنا اس بات کی دلیل ہے کہ امر اقتصاد کیلئے کوشش کرنا واجب کفائی ہے۔

اقتصادی استحکام اور تدبیر معیشت :

انسان اقتصادی اعتبار سے مستحکم اس وقت ہو سکتا ہے جب وہ اپنے معیشتی امور کو چلانے کیلئے صحیح برنامہ ریزی کرے۔ صحیح تدبیر کے ذریعہ ہی معاشی استحکام ممکن ہے۔ اسی لئے منابع اسلامی میں امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی متعدد احادیث کی روشنی میں کارآمد اور مناسب مدیریت پر بہت تاکید ہوئی ہے۔ [33] یہ بات بلکل واضح ہے کہ رزق کی تقسیم سے مراد یہ ہے کہ انسان اسے حاصل کرنے کے لئے جتنی تلاش و کوشش کرے گا اسی حساب سے اسے رزق ملے گا۔ [34]

ایسا نہیں کہ خداوند متعال نے انسان کو یہ ضمانت دی ہو کہ وہ رزق و روزی کو ہر کسی کے گھر کے دروازے پر لا کر اس کے حوالہ کرے گا۔ اگرچہ کبھی انسان «من حيث لا يحتسب» کے عنوان سے کسی ایسے ایسی جگہ سے استفادہ کرتا ہے کہ جسکا اسے گمان بھی نہیں ہوتا لیکن یہ کوئی

اصول و قوانین کلی نہیں ہے بلکہ اصول و قوانین یہ ہے کہ انسان رزق کے حصول کیلئے تلاش و کوشش کرے اور صحیح مدیریت اور ابتکاری عمل انجام دے[35]۔

ایوب بن حر نامی ایک شخص روایت نقل کرتے ہوئے کہتا ہے: «سمعت رجلا یقول لأبی عبدالله علیه السلام: بلغنی أن الاقتصاد و التدبیر فی المعیشه نصف الکسب، فقال أبوعبدالله علیه السلام لا، بل هو الکسب کله و من الدین التدبیر فی المعیشه[36]؛ میں نے سنا ہے کہ ایک شخص نے امام صادق علیہ السلام سے عرض کیا: ہم نے سنا ہے کہ زندگی میں اقتصاد اور صحیح مدیریت وتدبیر نصف کمائی ہے آپؑ نے فرمایا: نہیں بلکہ پوری کمائی ہے اور معیشتی تدبیر دین کا ایک حصہ ہے۔[37]

بے کاری اور سستی کی مذمت:

جس طرح اقتصادی مسائل کا حل اور اس کے استحکام کیلئے پشت کار اور کوشش کی ضرورت پر تاکید ہوئی ہے بے کاری اور سستی کے حوالہ سے بھی مذمت ہوئی ہے چونکہ زندگی کے کسی بھی شعبہ میں خصوصا اقتصادی مسائل میں سستی اور بے کاری ترقی کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔

سستی اور بے کاری کی وجہ سے انسان غربت میں مبتلا ہوتا ہے اور بہت سے انسان فقر و ناداری کی وجہ سے اپنی صلاحیتوں کو کھودیتے ہیں اور بری خصلتیں ان کے دل و دماغ میں بس جاتی ہیں بسا اوقات قوت فکر مفلوج اور سوچنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے۔

بے کاری کی مذمت میں بہت ساری احادیث آئمہ اہل البیت علیہم السلام سے نقل ہوئی ہیں انہیں میں سے ایک روایت کچھ یوں ہے کہ امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: إِيَّاکَ وَ الْکَسَلَ وَ الضَّجَرَ فَإِنَّهُمَا مِفْتَاحُ کُلِّ شَرٍّ[38]؛ تنبلی، سستی اور بے حوصلگی سے پرہیز کرو چونکہ یہ دونوں تمام برائیوں کی چابی ہے۔ ایک اور حدیث میں آپؑ بے کار اور سست شخص سے اپنی نارضایتی کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں: إنّی لأبغضُ الرَّجُل أن یَکُون کسلاناً عَن أمرِ دُنیاه، و مَن کَسَل عَن أمرِ دُنیاه فَهُو عَن أمر آخرتِه أکسل[٣٩]؛ میں غضبناک ہوں اس شخص پر جو دنیوی امور میں سستی کرتا ہے اور جو دنیا کے کام میں سستی کرتا ہے وہ آخرت کے کام میں زیادہ سست ہوتا ہے۔

سستی و کاہلی انسان کو نہ فقط دنیوی کامیابیوں سے روکتی ہے بلکہ یہ عمل اس کو آخرت کے ثواب و جزاء سے بھی محروم کردیتی ہے اسی بات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے امیر المؤمنین علی علیہ السلام اپنے فرزند سے مخاطب ہوتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: إیّاکَ والکَسَلَ والضَّجَرَ؛ فإنّهما یَمنَعانِکَ مِن حَظِّکَ مِن الدنیا والآخِرَةِ[40] سستی و کاہلی سے پرہیز کرو کیونکہ یہ دو صفات تمہیں بہرہ دنیا و آخرت سے روک دیتی ہیں۔

انسان کو چاہئے کہ ہر ممکن تلاش و کوشش کو بروے کار لائے اور اس کیلئے کم از کم کوئی ہنری استعداد کا حصول بھی لازم ہے تاکہ اس کو اپنا ذریعہ معاش قرار دے سکے وگرنہ وہ انسان اپنی ضرورت کیلئے دین کو ذریعہ معاش قرار دینے میں دیر نہیں لگائے گا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث مبارک ہے کہ جب بھی آپ کی کسی جوان پر نظر پڑتی تو فرماتے: کیا اس کے پاس کوئی ہنر (کام اور کاروبار) ہے اگر جواب نہ میں ہوتا تو آپ فرماتے: میری نظروں سے یہ جوان گر گیا ہے (یعنی میری نظر میں اس کی کوئی اہمیت نہیں) جب آپ سے اس کی وجہ پوچھی جاتی تو آپ فرماتے جب مومن کے پاس کوئی ہنر نہ ہو تو وہ دین کو معاش کا ذریعہ بنالیتا ہے۔[41] آپ ﷺ نے اپنی ایک اور حدیث میں آخری زمانہ کے حالات کی جانب لوگوں

کی توجہ مبذول کراتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: جب آخر الزمان ہو گا اس وقت لوگوں کے لئے مال و دولت اور ثروت ضروری ہو گی کیونکہ ان کی دنیا اور آخرت اسی سے قائم ہو گی۔ [42]

بعض افراد اپنے وظائف کی بجاآوری میں سستی برتتے ہیں لیکن جب مالی مشکلات یا کوئی دوسری سختیوں کا سامنا ہو جائے تو ان کے حل کیلئے دعا کا سہارا لیتے ہیں یہ لوگ اس بات سے غافل ہیں کہ بغیر تلاش دعا قبول نہیں ہوتی ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے انکار ممکن نہیں ہے۔ امام صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے: جب سورہ طلاق کی آیت وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ [43] نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا: جو تقوائے الٰہی اختیار کرتا ہے خدا اس کے لئے راستے کھول دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق عطا کرتا ہے جس کا وہ سوچ بھی نہیں سکتا تو صحابہ اکرام میں سے بعض اس کا غلط مطلب سمجھے اور عبادت و دعا میں مصروف ہو گئے۔ جب رسول اللہ تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: وہ شخص میرا دشمن ہے جو اللہ سے اپنے رزق میں اضافہ کی دعا کرے لیکن اس کے لئے محنت اور کوشش نہ کرے۔ [44] امام صادق علیہ السلام سے ایک اور روایت نقل ہوئی ہے کہ آپؑ نے عمر ابن مسلم کے بارے میں پوچھا؛ تو بتایا گیا کہ وہ تجارت چھوڑ کر دعا اور عبادت میں لگ گیا ہے تو امامؑ نے فرمایا: افسوس ہے اس پر، کیا اس کو نہیں معلوم کہ خالی دعا (عملی جدوجہد کے بغیر) قبول نہیں ہوتی۔ [45]

پس مذکورہ احادیث کی روشنی میں یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ بغیر کار و تلاش کے انسان زندگی کے کسی بھی میدان میں کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتا ہے نیز اس کے اقتصادی مسائل نہ فقط حل نہیں ہوں گے بلکہ روز بہ روز ان میں اضافہ ہو گا، لہٰذا اقتصادی ترقی کا واحد حل تنبلی و سستی کو دور کرتے ہوئے محنت و لگن کے ساتھ زندگی کے امور کو انجام دینا ہے۔

اسلام میں رزق حلال کی تاکید :

اسلام جس اقتصاد کو انسان کے لئے لازمی قرار دیتا ہے وہ مطلق کسب مال مراد نہیں، بلکہ رزق حلال مقصود ہے یعنی رزق حلال ہی انسان کی دنیا اور آخرت کیلئے کارساز ثابت ہو سکتا ہے، چونکہ مال حرام نہ فقط مذموم ہے بلکہ دنیا و آخرت کی نابودی اور راہ حق سے انسان کی دوری کیلئے کلیدی کردار ادا کرتا ہے لہٰذا اسی اہمیت کے پیش نظر اسلام میں بہت سارے ایسے معاملات جو حرام پر مشتمل ہوں اس کی ممانعت شدت کے ساتھ وارد ہوئی ہے مانند رشوت، سود و۔۔۔ لہٰذا ایک انسان کو اقتصادی اعتبار سے مضبوط تب کہہ سکتے ہیں جب وہ مال حلال کے ذریعہ بے نیاز ہو جائے۔

خداوند متعال نے قرآن کریم میں پاکیزہ و حلال اموال سے استفادہ کے حوالہ سے متعدد آیات میں تاکید فرمایا فرمائی ہے انہی آیات میں سے مہمترین آیۃ شریفہ یہ ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنتُم بِهِ مُؤْمِنُونَ [46] اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو پاکیزہ چیزیں تمہارے واسطے حلال کی ہیں ان کو حرام مت کرو اور حد سے آگے مت نکلو، بے شک اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تم کو دی ہیں ان میں سے حلال مرغوب چیزیں کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔ اس کے علاوہ ایک اور آیت میں رزق حلال سے استفادہ کے ساتھ نعمت الٰہی پر شکر گزاری کے حوالہ سے ارشاد فرمایا ہے: فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ [47] جو کچھ حلال اور پاکیزہ روزی اللہ نے تمہیں دے رکھی ہے اسے کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

قرآن کریم کی تاکیدات کی روشنی میں پیامبر گرامی اسلام ﷺ نے رزق حلال کے حصول کو تمام مسلمانوں پر فرض قرار دیا ہے: طَلَبَ الحَلالِ فَريضَةٌ عَلى كُلِّ مُسلِمٍ وَ مُسْلِمَةٌ[48] روزی حلال کا جستجو کرنا تمام مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ نیز امام صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے : رزق حلال کی جستجو کو ترک مت کرو چونکہ یہ تمہارے دین کی تقویت میں مؤثر ہے۔[49]

اقتصاد حرام سے پرہیز کی تاکید :

اسلام نے انسان کو رزق وروزی کی کسب کے حوالہ سے آزاد رکھا ہے لیکن اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دی ہے کہ اس میں ایسی راہ کا انتخاب کرے جو انسان کے اخلاق کو فاسد کرے اور اس کو معرض سقوط میں قرار دے یا معاشرے میں فساد کا سبب بنے۔ اسی لئے مشروبات الکلی ، مواد مخدر ، اور تمام فحشاء اور منکرات کو نہ فقط حرام قرار دیا بلکہ ان کی تولید اور ان کیلئے واسطہ بننا اور ان کی خرید وفروش اور استعمال و۔۔۔ کو حرام قرار دیا ہے۔ نیز اسلام عصمت فروشی اور ناچ گانے کو شغل انسانی اور آمدنی کا ذریعہ نہیں سمجھتا ہے اور غنا و آواز خوانی جو کہ انسان کو فحشاء کی جانب گامزن کرتی ہے اسے راہ کسب قرار نہیں دیتا ہے اور ہر ایسے کام کو جو فردی فائدے کا سبب تو بنتا ہے لیکن کسی دوسرے شخص یا انسانی معاشرے کیلئے ضرر وزیان کا سبب ہو یا کسی بھی فرد یا معاشرے کی معاشی سلامتی اور صحت کو خطرے میں ڈالے اسے جرم اور گناہ سمجھا جاتا ہے اور اس کیلئے دنیا میں سخت سزا اور آخرت میں دردناک عذاب کا وعدہ دیا ہے۔ مانند رشوت کھانا ، چوری (کسی بھی شکل میں) ، ناپ تول میں کمی ، جوا ، سود ، معاملات میں ملاوٹ و۔۔۔[50]

خداوند متعال نے قرآن کریم میں حرام خوری کو یہودیوں کی صفات میں شمار کیا ہے : وَتَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُونَ فِي الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ عَن قَوْلِهِمُ الْإِثْمَ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ[51] اور تو ان میں سے اکثر کو دیکھے گا کہ گناہ پر اور ظلم پر اور حرام کھانے کے لیے دوڑتے ہیں ، بہت برا ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں ان کے مشائخ اور علماء گناہ کی بات کہنے اور حرام مال کھانے سے انہیں کیوں نہیں منع کرتے ، البتہ بری ہے وہ چیز جو وہ کرتے ہیں۔

مال حرام کھانے میں تمام نامشروع کام شامل ہیں چاہے وہ کھانا پینا ہو یا مکان ولباس وغیرہ کے حوالہ سے کوئی حرام کام ہو اور ممکن ہے کہ کوئی فرد مال حرام کا استعمال نہ کرے لیکن اس کو ناجائز طور پر اپنے پاس رکھے اور مالک کو واپس نہ کرے یہ تمام موارد حرام خوری کے زمرے میں آتے ہیں۔[52]

حرام خوری کے بدترین آثار :

جو بھی مال انسان ناجائز طریقہ سے کسب کرتا ہے اور اس کو استعمال کرتا ہے تو اس کے ایسے بدترین آثار نمایاں ہوتے ہیں کہ انسان کو دنیا اور آخرت دونوں میں رسوا کرکے رکھ دیتے ہیں ان میں سے چند مہمترین آثار یہ ہیں :

1. اموال میں بے برکتی :

بہت ساری روایات کو مطالعہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ ملتا ہے کہ اگر انسان ناجائز طریقہ سے مال کسب کرے تو وہ مال کبھی ترقی نہیں کرے گا یعنی اس میں اضافہ نہیں ہوگا اگر کبھی اضافہ ہو بھی جائے تو اس میں برکت نہیں ہوگی اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام ہادی علیہ السلام فرماتے ہیں : إنَّ الْحَرامَ لا يَنْمی، وَإنْ نَمی لايُبارَکُ فيهِ، وَ ما أنْفَقَهُ لَمْ يُؤْجَرْ عَلَيْهِ، وَ ما خَلَّفَهُ كانَ زادَهُ إلَى النّار[53] بے شک

مال حرام نہیں بڑھتا ہے اگر بڑھ بھی جائے تو اس میں برکت نہیں ہو گی اور اس میں سے جو راہ خدا میں انفاق کرے گا تو اس کا اجر بھی نہیں ملے گا اور اس میں سے جو اپنے لئے بچ جائے تو وہ تمہیں جہنم پہنچانے کا ذریعہ بنے گا۔

2. عبادتوں کا قبول نہ ہونا :

مال حرام کھانا سبب بنے گا کہ انسان کے اعمال عبادی خداوند متعال کی بارگاہ میں قبول نہ ہو۔ پیامبر گرامی اسلام (ص) فرماتے ہیں : ہر رات کو بیت المقدس میں ایک فرشتہ یہ آواز دیتا تھا : جو بھی مال حرام کھائے گا خداوند اس کے کسی بھی واجب یا مستحب عمل کو قبول نہیں کرے گا۔ [54]

سلیمان بن خالد کہتا ہے : امام صادق علیہ السلام سے میں نے قرآن کریم کی اس آیت کے بارے میں پوچھا : وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنثُورًا [55] پھر ہم ان کے کئے ہوئے عمل کی طرف توجہ کریں گے اور ان کے کئے عمل کو اڑتی ہوئی خاک بنا دیں گے۔ تو آپؑ نے فرمایا : جان لو ! خدا کی قسم اگرچہ ان کے اعمال مفید تر ہو اور مصر کے سفید کپڑوں سے بھی درخشندہ تر ہوں تب بھی ان سے قبول نہیں کرینگے چونکہ یہ لوگ حرام خوری سے پرہیز نہیں کرتے ہیں۔ [56] مذکورہ دونوں روایات کے علاوہ اور بھی کثیر تعداد میں روایات اس حوالہ سے موجود ہیں یہاں ہم اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اسی پر اکتفاء کرینگے۔

3. دعاؤں کا قبول نہ ہونا :

احادیث آئمہ اطہار علیہم السلام کی روشنی میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ حرام خور انسان کی دعا مستجاب نہیں ہوتی ہے اس بارے میں بھی کثیر تعداد میں روایات موجود ہیں۔ انہی احادیث میں سے ایک روایت میں خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرماتے ہیں : « مَنْ أَكَلَ لُقْمَهَ حَرامٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاهُ أَرْبَعِينَ لَيلَهً وَ لَمْ تُسْتَجَبْ لَهُ دَعْوَهٌ أَرْبَعِينَ صَبَاحا » « مَنْ أَحَبَّ أَنْ يسْتَجَابَ دُعَاؤُهُ فَلْيطَيبْ مَطْعَمَهُ وَ مَكسَبَهُ » [57] جو بھی شخص ایک لقمہ حرام کھائے تو چالیس رات تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی ہے اور چالیس دن تک اس کی دعا قبول نہیں ہو گی اور جو بھی شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی دعا قبول ہو جائے تو اس کو چاہئے کہ اپنی خوارک اور کسب کو پاکیزہ بنائے۔ نیز حدیث قدسی میں بھی آیا ہے کہ : فَمِنْک الدُّعَاءُ وَ عَلَی الْإِجَابَهُ فَلَا تَحْجُبْ عَنِّی دَعْوَهً إِلَّا دَعْوَهَ آكِلِ الْحَرَامِ [58] تمہاری جانب سے دعا ہو تو میری طرف سے قبولیت ہو گی کوئی بھی دعا مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے مگر حرام خور شخص کی دعا یعنی اس کی دعا قبول نہیں ہو گی۔

گران فروشی کے خلاف امام صادق علیہ السلام کا رد عمل :

قاعدہ لاضرر [59] کے اعتبار سے اسلام میں کسی کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنے آپ کو کسی بھی قسم کا ضرر پہنچائے اور نہ ہی اسے اس بات کی اجازت ہے کہ وہ کسی بھی طریقہ سے دوسرے فرد کو نقصان پہنچائے۔ گرانفروشی دوسرے مسلمان بھائی کو ضرر پہنچانے کے زمرے میں آتی ہے۔ اس کے ذریعہ اس کی معیشت کو ضرر پہنچ جاتا ہے لہٰذا اس حقیقت کے پیش نظر آئمہ اطہار علیہم السلام لوگوں کو گرانفروشی سے منع کرتے نظر آتے ہیں ۔

کبھی ایسا ہوتا کہ تجارت کرنے والے بیچنے والی اجناس کو احتکار نہیں کرتے ہیں بلکہ وہ لوگ ایک دوسرے کی ملی بھگت سے اس کی قیمت کو معمول سے زیادہ بڑھاتے ہیں اور وہ لوگ متعہد ہوتے ہیں کہ کوئی بھی فلان قیمت سے کمتر پر نہیں بیچے گا یہ کام معمولاً ایسی جگہوں میں انجام پاتے ہیں کہ جہاں جنس کا

تقاضا بہت زیادہ ہو۔ یہ بھی بلیک مارکیٹ کے ایجاد کردہ مشکلات میں سے ہے اور آج کی دنیا میں مخصوصا صنعتی ممالک میں یہ زیادہ رائج ہے، لیکن یہ کام اسلام میں ممنوع شمار کیا گیا ہے۔

ایک روایت میں امام صادق علیہ السلام سے نقل ہوئی ہے کہ ایک دن آنحضرت نے اپنے غلام کہ جس کا نام مصادف تھا کو بلایا اور اسے ہزار دینار دیا اور فرمایا: اس پیسے سے کچھ سامان خرید لو اور تجارت کیلئے مصر لے جاؤ۔ اس نے بھی کچھ اجناس کو خریدا اور تاجروں کے ایک گروہ کے ساتھ مصر گیا جب مصر کے نزدیک پہنچا تو مصر سے ایک تجارتی قافلہ آرہا تھا ان سے مصر کے بازار میں ان اجناس کی ارزش کے حوالہ سے پوچھا، یہ اجناس عام لوگوں کی ضروریات زندگی میں شمار ہوتی تھیں انہوں نے جواب دیا: یہ اجناس مصر میں کمیاب ہیں اور لوگ ان کی طرف سخت محتاج ہیں۔ جب یہ سنا تو انہوں نے متعہد ہو کر قسم کھائی کہ اپنی اجناس کو دوگنی قیمت پر بیچیں گے آخر کار یہ لوگ کافی فائدہ حاصل کر کے مدینہ میں واپس پہنچ گئے جب مصادف امام صادق علیہ السلام کی محضر میں پہنچا تو دو تھیلے دیناروں کے کہ ہر تھیلہ میں ہزار دینار تھا امام کے سامنے رکھ دیا اور کہا: یہ ایک ہزار اصل مال کی قیمت ہے اور دوسرا ہزار تجارت کا سود ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ سود بہت زیادہ ہے یہ تم لوگوں نے کیا کیا؟ مصادف نے تمام ماجرا کو امام علیہ السلام کیلئے بیان کیا تو آپؑ نے ناراحتی اور تعجب کے ساتھ فرمایا: سبحان اللّٰه تحلفون علی قوم مسلمین أن لا تبیعوهم إلّاربح الدینار دینارا تم لوگوں نے مسلمانوں کے ضرر میں اس طرح کی قسم کھائی ہے ہو کہ اپنی اجناس کو دگنا سود کے علاوہ نہیں بیچیں گے؟ اس وقت امام نے فرمایا: یہ ہزار درہم میرا اصل مال ہے اس کو میں اٹھاتا ہوں اور اس سود کے ہزار درہم کی مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔ پھر آپؑ نے مزید فرمایا: یا مصادف مجادلة السّیوف أهون من طلب الحلال [60] اے مصادف! تلوار کے ساتھ جنگ کرنا مال حلال کمانے سے آسان تر ہے۔[61]

پس گران فروشی ایسا عمل ہے کہ جس کے ذریعہ لوگوں کی معیشت کو نقصان پہنچایا جا سکتا ہے اسی کے پیش نظر امام علیہ السلام نے اس کے خلاف اپنے رد عمل کا اظہار کیا اس سے اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام کس حد تک لوگوں کے اقتصاد کے سلامتی کا ضامن ہے ہر اس عمل سے روکا جارہا ہے کہ جس کے ذریعہ معاشرے میں معاشی مشکلات ایجاد ہو سکے۔

اموال کا امانت الٰہی ہونا:

اسلام میں اقتصاد کی اہمیت اس بات سے بھی عیاں ہوتی ہے کہ خداند متعال نے قرآن مجید کی متعدد آیات میں مال کو اپنی جانب سے لوگوں کے پاس ودیعہ یعنی امانت قرار دیا ہے۔ خداوند متعال کا ارشاد ہے: وَأَنفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُم مُّسْتَخْلَفِينَ فِيهِ [62] اور اس مال سے خرچ کرو جس میں اللہ نے تمہیں جانشین بنایا ہے۔ ایک اور آیت میں ارشاد ہوتا ہے: وَآتُوهُم مِّن مَّالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ [63] اور مال خدا میں سے جو چیز تمہیں دیا ہے اس سے ان کو دے دو۔ پہلی آیت میں مال کو امانت الٰہی اور دوسری میں خداوند کو مال کا مالک معرفی کیا گیا ہے۔ مال وثروت کے مقام و منزلت کی بنا پر قرآن نے اسے لفظ خیر سے تعبیر کیا ہے اور ارشاد فرمایا ہے: كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِن تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ [64] تمہارے لئے یہ لکھ گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آئے اور کچھ مال چھوڑے جا رہا ہو تو اسے چاہئے کہ والدین اور قریبی رشتہ داروں کے لئے مناسب طور پر وصیت کرے۔

خداوند متعال نے بنی نوع انسان کی بھلائی کیلئے مال وثروت سے نوازا ہے اور اسے اپنی جانب سے لوگوں کے پاس امانت قرار دیا ہے تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اس امانت میں خیانت کرنے سے پرہیز کریں اگر اس مال کے استعمال اور تصرفات میں عدالت ومیانہ روی واقتصاد کی رعایت نہ کی

جائے تو یہ امانت خدامیں خیانت تصور ہوگا۔ انصاف کی رعایت کرتے ہوئے اس پر تصرف کرے تو یقینا انسان معاشی لحاظ سے بے نیاز ہوگا اور یہی مال ثروت اس کی معنوی ترقی کا ضامن بھی بنے گا۔

مال وثروت کا تقوی اور حصول آخرت کیلئے ذریعہ قرار پانا :

اسلام کی نکتہ نگاہ سے ثروت حصول آخرت اور پرہیزگاری اور ہر قسم کی ظلم وستم سے دوری کا ذریعہ قرار پایا ہے۔ یہ تعبیر آئمہ معصومین علیہم السلام کی مختلف روایات میں بطور صراحت موجود ہے پیامبر گرامی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے نقل ہوا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا : « نِعْمَ الْعَوْنُ عَلَى تَقْوَى اللَّهِ الْغِنَى » [65] بے نیازی تقوی کیلئے بہتری ذریعہ ہے اسی طرح امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے :« نِعْمَ الْعَوْنُ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَة » [66] دنیاآخرت کیلئے بہترین مددگار ہے نیز آپؑ سے یہ حدیث بھی نقل ہوئی ہے: « نِعْمَ الْعَوْنُ عَلَى تَقْوَى اللَّهِ الْغِنَى غِنًى يَحْجُزُكَ عَنِ الظُّلْمِ خَيْرٌ مِنْ فَقْرٍ يَحْمِلُكَ عَلَى الْإِثْم » [67] وہ بے نیازی جو آپ کو ظلم وستم کرنے سے روکے اس فقرو ناداری سے بہتر ہے جو تمہیں گناہ پر آمادہ کرتی ہے۔

امامان معصومینؑ، کار وتلاش کے علمبردار :

آئمہ معصومین علیہم السلام نہ فقط کام کرنے والوں کی تشویق کرتے تھے بلکہ خود بھی اپنے اقتصادی استحکام کیلئے عملاً کار وتلاش میں مصروف عمل رہتے تھے۔ امام کاظم علیہ السلام اپنی زمین پر کام کر رہے تھے اور کام کی شدت یا موسم کے گرمی کی حرارت کی وجہ سے پسینہ آرہا تھا۔ امام علیہ السلام کے کسی دوست نے عرض کیا : کیوں یہ کام کسی اور پر نہیں چھوڑتے؟تو آپؑ نے فرمایا : رَسُولُ اللَّهِ(صلی الله علیه واله) وَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ وَ آبَائِي(علیهم السلام) كُلُّهُمْ كَانُوا قَدْ عَمِلُوا بِأَيْدِيهِمْ وَ هُوَ مِنْ عَمَلِ النَّبِيِّينَ وَ الْمُرْسَلِينَ وَ الْأَوْصِيَاءِ وَ الصَّالِحِين [68] رسول خدا صل اللہ علیہ وآلہ وسلم ،امیر المؤمنین علی اور میرے تمام اجداد گرامی علیہم السلام سب کے سب اپنے ہاتھوں سے کام کرتے تھے اور یہ پیامبروں ،رسولوں ،اوصیاء اور صالحین کا کام ہے۔

اسلام کی صنعت و پیداوار پر خصوصی توجہ :

کسی بھی قوم کو اقتصادی اعتبار سے مستحکم ہونے کیلئے پیداوار پر توجہ دینے کی ضرورت ہے **پیداوار** کے ذریعہ ہی ایک اچھی تجارت ممکن ہوسکتی ہے لہٰذا اسلامی نقطہ نگاہ سے بھی دیکھا جائے تو یہ بات بلکل واضح ہے کہ تولید کے بغیر اقتصادی ترقی ممکن نہیں ہے۔ اسی لئے خداوند متعال نے حضرت داوٗد علیہ السلام کو ان کی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے زرہ سازی کی تعلیم دی ہے : وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِنْ بَأْسِكُمْ فَهَلْ أَنْتُمْ شَاكِرُونَ» [69] اور ہم نے تمہارے لئے انہیں زرہ سازی کی صنعت سکھائی تاکہ تمہاری لڑائی میں وہ تمہارا بچاؤ کرے تو کیا تم شکر گزار ہو۔ اس آیت میں خداوند متعال نے فرمایاکہ زرہ سازی کی تعلیم ہم نے دی ہے اس بات سے بخوبی واضح ہوتی ہے کہ اسلام میں صنعت کی جانب بہت توجہ ہوئی ہے۔ حضرت داوٗد علیہ السلام کو اگراللہ نے زرہ سازی کی تعلیم دی ہے تو اس کا مہمترین ہدف یہ ہے کہ اس معاملہ میں اللہ کے نبی کسی پر محتاج نہ ہو لہٰذا تولیدات پر توجہ دینا اس بات کی عکاسی کرتی ہے کہ مسلمان اقتصادی اعتبار سے کسی قدرت مند حکومت یا فرد کے تحت سلطہ میں قرار نہ پائے۔

قانون نفی سبیل:

خداوند متعال نے سورہ نساء میں مسلمانوں کے استقلال کے حوالہ سے ایک قاعدہ کلی کی طرف اشارہ فرمایا ہے جس کے تحت کفار کے ساتھ مسلمانوں کی وابستگی کی نفی کی گئی ہے : «الَّذِينَ يَتَرَبَّصُونَ بِكُمْ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِنَ اللَّهِ قَالُوا أَلَمْ نَكُنْ مَعَكُمْ وَإِنْ كَانَ لِلْكَافِرِينَ نَصِيبٌ قَالُوا أَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَاللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا» [70] یہ (منافق) تمہارے حالات کا انتظار کرتے ہیں کہ اگر اللہ کی طرف سے تمہیں فتح حاصل ہو تو کہتے ہیں : کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے ؟ اور اگر کافروں کو کچھ کامیابی مل جائے تو (ان سے) کہتے ہیں : کیا ہم تمہارے خلاف لڑنے پر قادر نہ تھے ؟ (اس کے باوجود ہم نے تمہارے ساتھ جنگ نہ کی) اور کیا ہم نے تمہیں مؤمنوں سے بچا نہیں لیا؟ پس اللہ قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا اور اللہ ہرگز کافروں کو مؤمنوں پر غالب نہیں آنے دے گا۔

یہ بات فقہاء کے ہاں قانون نفی سبیل سے مشہور ہے اور بہت سارے احکام اس سے استفادہ (استخراج) کرتے ہیں اسی لئے اگر کوئی معاشرہ یہ چاہتا ہے کہ اقتصادی اعتبار سے مستقل ہو جائے تو یہ بات اس وقت ممکن ہے کہ تولیدات پر توجہ دے اور اس حوالہ سے دوسروں پر محتاج نہ ہو۔ اس وقت اگر مسلمان کافروں کے تحت تسلط میں پڑے ہوئے ہیں تو اس کی دلیل یہ ہے ہم اقتصادی لحاظ سے ان سے وابستہ ہو چکے ہیں۔ [71]

پیداوار کے وسائل قرآن کریم کی نظر میں :

سب سے مہم بات یہ ہے کہ کسی بھی قسم کے پیداوار کیلئے اس کے لئے لازم وسائل سے آشنا ہونا ضروری ہے تاکہ انسان ان سے استفادہ کرتے ہوئے پیداوار کو بڑھا سکے لہٰذا قرآن کریم نے انسان کو معاشی ترقی فراہم کرنے کیلئے نہ فقط پیداوار پر زور دیا ہے بلکہ اس کے ممترین وسائل کی بھی معرفی فرمایا فرمائی ہے۔ ذیل میں کچھ ممترین پیداوار کے وسائل کی طرف اشارہ کرینگے :

الف. زمین

پیداوار کے ممترین وسائل میں سے ایک خداوند متعال کی بنائی ہوئی زمین ہے کہ جہاں پر بے شمار وسائل انسان کیلئے خدا نے آمادہ رکھے ہیں ان سے بہترین استفادہ انسان کو اقتصادی خود کفائی تک پہنچا سکتا ہے۔ خداوند متعال کا ارشاد ہے۔ «وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنَّاتٍ مِنْ نَخِيلٍ وَأَعْنَابٍ وَفَجَّرْنَا فِيهَا مِنَ الْعُيُونِ لِيَأْكُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ وَمَا عَمِلَتْهُ أَيْدِيهِمْ أَفَلَا يَشْكُرُونَ» [72] اور ہم نے اس (زمین) میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ بنائے اور ہم نے اس (زمین) میں کچھ چشمے جاری کئے تاکہ وہ اس کے پھلوں سے اور اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھائیں تو کیا یہ شکر نہیں کرتے ؟

ذراعت کی اہمیت روایات کی روشنی میں :

کسی بھی معاشرے کی معاشی ترقی کیلئے پیداوار کا ممترین ذریعہ بلکہ بنیادی طریقہ ذراعت ہے۔ اس کے ذریعہ ہی انسان مختلف پیداوار میں خودکفا ہو سکتا ہے۔ اس حوالہ سے ہزاروں روایات مصادر حدیثی میں ملتی ہیں اس حوالہ سے پہلے بھی کچھ روایات بیان ہو چکی ہیں اور ذیل میں مزید وضاحت کیلئے کچھ اور جالب و زیبا احادیث کا اضافہ کرتے ہیں :

حدیث امام صادق علیہ السلام :

«عن يزيد بن عبد الملك عن أبي عبد الله ع قال: .... من سقى طلحة أو سدرة- فكأنما سقى مؤمنا من ظمآن» [73]

یزید بن عبدالملک نے امام صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر کوئی شخص کسی درخت کو یا کسی سبزے کو پانی دے (تاکہ تولید کا سبب بنے اور پھل دے) تو ایسا ہے جس طرح کسی پیاسے مؤمن انسان کو پانی پلایا ہو۔ پس زمین سے استفادہ کرنا اور اس میں موجود وسائل کو بروی کار لانا ایسا ہے جیسے کسی انسان کو حیات بخشے۔

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :

ایک روایت میں ایوب انصاری سے یوں نقل ہوا ہے کہ رسول خدا صل اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: « مَنْ غَرَسَ غَرْساً فَأَثْمَرَ أَعْطَاهُ اللَّهُ مِنَ الْأَجْرِ قَدْرَ مَا يَخْرُجُ مِنَ الثَّمَرَةِ »[74] جو بھی شخص ایک درخت لگائے اور وہ درخت پھل دے تو خداوند متعال اس درخت کے پھل کے برابر اجر دے گا۔

حدیث امام محمد بن علی الباقر علیہ السلام :

ایک روایت میں امام باقر علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ میرے والد بزرگوار فرمایا کرتے تھے: خَيْرُ الْأَعْمَالِ زَرْعٌ يَزْرَعُهُ فَيَأْكُلُ مِنْهُ الْبَرُّ وَ الْفَاجِرُ أَمَّا الْبَرُّ فَمَا أَكَلَ مِنْهُ وَ شَرِبَ يَسْتَغْفِرُ لَهُ وَ أَمَّا الْفَاجِرُ فَمَا أَكَلَ مِنْهُ مِنْ شَيْءٍ يَلْعَنُهُ وَ تَأْكُلُ مِنْهُ السِّبَاعُ وَ الطَّيْرُ [75] پودے لگانا بہترین کام ہے کہ جس سے نیک اور فاجر لوگ سب کھاتے ہیں لیکن جب نیک انسان اس سے کھاتا ہے تو پودے لگانے والے کیلئے طلب استغفار کرتا ہے اور فاجر شخص جب کھاتا ہے تو پرندے، درندے سب اس پر لعنت کرتے ہیں۔

حدیث امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام :

امام علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: مَنْ وَجَدَ مَاءً وَ تُرَاباً ثُمَّ افْتَقَرَ فَأَبْعَدَهُ اللَّهُ [76] جس شخص کے پاس پانی اور زمیں ہو اور وہ اپنی زندگی کی ضروریات پورا کرنے کیلئے دوسروں پر محتاج ہو تو خداوند متعال اس کو اپنی بارگاہ سے دور کردیتا ہے۔ امام علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق انسان کیلئے کسی بھی منبع درآمد کا ہونا ضروری ہے اور زمین خداوند متعال کی جانب سے بہترین منبع درآمد ہے جس سے استفادہ کرنا ہر انسان کیلئے لازمی ہے تاکہ وہ اپنے اور گھروالوں کی زندگی کی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے کسی پر محتاج نہ رہے۔

ب : دریا :

دریا ایک ایسا قدرتی وسیلہ ہے جس سے انسان بخوبی استفادہ کرے تو اقتصادی پیداوار میں بخوبی اضافہ کرسکتا ہے اسی مطلب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خداوند متعال قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے : «وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ» [77] اور اسی نے (تمہارے لئے) سمندر کو مسخر کیا تاکہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے زینت کی وہ چیزیں نکالو جنہیں تم پہنتے ہو اور آپ دیکھتے ہیں کہ کشتی سمندر کو چیرتی ہوئی چلی جاتی ہے تاکہ تم اللہ کا فضل (روزی) تلاش کرو اور شاید تم شکر گزار بنو۔

ج: حشراتَ

قرآن کریم کی آیات شریفہ کو غور سے مطالعہ کیاجائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ پروردگار عالم نے انسان کیلئے ہزاروں ایسے وسائل آمادہ کر رکھے ہیں کہ جن سے استفادہ کرتے ہوئے انسان اپنی تمام ضروریات کو پورا کر سکتا ہے۔ یہاں تک کی قرآن کریم میں حشرات کو بھی انسانوں کیلئے منبع درآمد کے طور پر متعارف کرایا گیا ہے: « وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحۡلِ اَنِ اتَّخِذِیۡ مِنَ الۡجِبَالِ بُیُوۡتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعۡرِشُوۡنَ ثُمَّ کُلِیۡ مِنۡ کُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسۡلُکِیۡ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا یَخۡرُجُ مِنۡۢ بُطُوۡنِهَا شَرَابٌ مُّخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهٗ فِیۡهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ »[78]اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی پر وحی کی کہ پہاڑوں اور درختوں اور لوگ جو عمارتیں بناتے ہیں ان میں گھر (چھتے) بنائے۔ پھر ہر (قسم کے) پھل (کارس) چوس لے اور اپنے رب کی طرف سے تسخیر کردہ راہوں پر چلتی جائے، ان مکھیوں کے شکم سے مختلف رنگوں کا مشروب نکلتا ہے جس میں لوگوں کیلئے شفا ہے، غور و فکر کرنے والوں کیلئے اس میں ایک نشانی ہے۔ اس آیہ شریفہ میں خصوصی طور پر شہد کا تذکرہ کرتے ہوئے خدا انسان کو متوجہ کرا رہا ہے کہ انسان اپنے علاج کے لئے لازم و ضروری دوا کو شہد کی مکھی کے ذریعہ تیار کر سکتا ہے یا اس کو بیچ کر اپنی ضروریات کو پورا کر سکتا ہے۔

د: مال مویشی:

انسان اگر بخوبی استفادہ کرے تو مال مویشی بھی صنعتی پیداوار کیلئے بہترین ذریعہ ہے۔ خداوند متعال نے ان کو پیدا کیا تا کہ انسان کو ان کے ذریعہ فائدہ پہنچایا جائے اس نے اپنے تمام فائدہ مند مخلوقات کو انسانوں کے اختیار میں دے دیا تا کہ ان کے ذریعہ اپنی ضرورت زندگی کو پورا کیا جاسکے۔ قرآن کریم میں خداوند متعال مال مویشی کو وسائل پیداوار کے طور پر یوں معرفی فرمایا ہے: «وَاِنَّ لَکُمۡ فِی الۡاَنۡعَامِ لَعِبۡرَةً نُسۡقِیۡکُمۡ مِّمَّا فِیۡ بُطُوۡنِهٖ مِنۡۢ بَیۡنِ فَرۡثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِیۡنَ» [79]اور تمہارے لئے مویشیوں میں یقینا ایک سبق ہے، ان کے شکم میں موجود گوبر اور خون کے درمیان سے ہم تمہیں خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لئے خوشگوار ہے۔

اگر لوگ مال مویشیاں پالیں تو اللہ تعالی نے اس میں بہت سی نعمتیں رکھی ہیں اس کے گوشت، کھال، دودھ یہاں تک کے اس کے گوبر سے بھی انسان مناسب استفادہ کر سکتا ہے خصوصا اس کے دودھ کے ذریعہ بہت کچھ کمایا جاسکتا ہے۔

آئمہ طاہرینؑ کا وسائل پیداوار سے استفادہ کرنا:

آئمہ اطہار علیہم السلام کیلئے بیت المال سے ہر قسم کا استفادہ کرنا ممکن ہونے کے باوجود کوشش کیا کرتے تھے کہ اپنے پاس موجود پیداوار کے تمام وسائل کو بروی کار لاتے ہوئے اپنے ہاتھ کی کمائی سے استفادہ کریں اور زندگی بسر کریں نیز لوگوں کے اقتصادی مسائل کے حل کیلئے عملی اقدام کرے۔ اس حوالہ سے بے شمار شواہد تاریخی، تاریخ اور احادیث کی کتابوں میں موجود ہیں ذیل میں اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے دو حدیث قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں:

امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے کھیتوں کا منتظم ابی نیزر کہتا ہے کہ ایک دن آپؑ کھیتی باڑی کے کام کی دیکھ بھال کے سلسلے میں تشریف لائے۔ چونکہ چاشت کا وقت تھا اس لئے آپؑ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ میں نے عرض کیا کہ کھانا تو ہے لیکن خلیفہ کے استعمال کے قابل نہیں ہے۔ میں نے اسی کھیت سے کچھ کدو توڑ کر پکالئے۔ آپؑ نے فرمایا: جاؤ لے آؤ۔ پھر آپ اٹھے اور قریب ہی ایک چھوٹی سی نہر کے کنارے پر گئے اور اپنی ہاتھ دھوئے پھر آپؑ نے تھوڑے سے پکے ہوئے کدو تناول فرمائے اور دوبارہ نہر کے کنارے گئے اور اپنے ہاتھ ریت سے مل کر پانی سے دھوئے۔ پھر آپؑ نے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا: لعنت ہے اس شخص پر جس کا پیٹ اسے دوزخ کی آگ کی طرف کھینچ لے جائے۔ پھر آپؑ نے

کدال پکڑی اور زیر زمین نالی میں داخل ہوگئے اور اسے کھودنا شروع کردیا۔ کچھ دیر آپؑ نے کام کیا جب تھک گئے اور پسینہ آپؑ کے چہرے سے بہنے لگا تو نالی سے باہر تشریف لائے چہرے سے پسینہ پونچھا پھر دوبارہ کدال پکڑلی اور نالی میں داخل ہوگئے۔ آپؑ نے کھدائی جاری رکھی یہاں تک کہ اچانک پانی پورے زور شور سے جاری ہوگیا۔ آپؑ تیزی سے نالی سے باہر نکل آئے اور فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بناکر کہتا ہوں کہ میں نے اس نالی کو صدقہ قرار دیا ہے تاکہ اس کی آمدنی ضرورت مندوں کی بہبود کے لئے خرچ کی جائے۔ پھر آپؑ نے قلم و کاغذ طلب کیا اور آپؑ نے اپنے دست مبارک سے یوں تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم اس تحریر کے مطابق امیر المؤمنین علیؑ نے دو کھیت جن کے نام قتاب ابی نیزر اور بغیبہ ہیں شہر کے غریب اور نادار لوگوں کی بہبود کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جو دوران سفر ناداری اور درماندگی کا شکار ہوجائیں صدقہ قرار دیئے ہیں۔ میں نے یہ کام اس لئے کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی نصیب ہو اور میں قیامت کے دن کے عذاب سے محفوظ رہوں۔ یہ دو کھیت کسی کو بیچ یا ہبہ نہیں کئے جاسکتے اور انہیں محتاجوں کی فلاح و بہبود کے لئے استعمال کرنا چاہئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی میراث میں لے لے اور وہ بہترین وارثوں میں سے ہے۔ [80]

اس روایت میں امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے خود زحمت اٹھاکر نادار اور محتاج مند لوگوں کی اقتصاد کا بندوبست کیا یہ حدیث اسلام میں اقتصاد کی اہمیت کو اجاگر کرنے کیلئے بہترین نمونہ ہے۔

ایک اور نمونہ جس کو ذکر کرنا مناسب ہے وہ یہ ہے: امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: میرے پاس کچھ ایسے لوگ موجود ہیں جو میرے لئے کام کریں اس کے باوجود میں اپنی بعض زرعی زمینوں پر کام کرتا ہوں اور پسینہ بہاتا ہوں اس کام کو اسلئے کرتا ہوں تاکہ میں کہوں: خدایا! میں حلال روزی کے تلاش میں ہوں۔ [81]

ان دونوں احادیث اور اس قسم کی دیگر روایات سے بخوبی روشن ہوتا ہے کہ اسلام لوگوں کے اقتصاد کے حوالہ بے حد تاکید کرتا ہے شریعت کے رہبروں کی جانب سے اس قسم کے عملی اقدام اقتصاد اسلامی کی اہمیت کی واضح دلیل ہے۔

نتیجہ:

آیات و احادیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اسلام نے اقتصاد کو بے شمار اہمیت دی ہے اسی لئے اجتماعی اور فردی زندگی میں اقتصادی خود کفائی کے حصول کیلئے تلاش کرنے کو عبادت سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس کے مقابلہ میں بے کاری و سستی کی شدید مذمت ہوئی ہے۔ اسلام نے ایک آئین تربیت ہونے کے ناطے ہر اس کام کو اہمیت دی ہے جس کا انسان کی تربیت میں مرکزی کردار ہو۔ ان میں سے خصوصی طور پر لقمہ حلال کے حصول کیلئے کوششیں کرنا اور حرام سے پرہیز کرنے کی شدت کے ساتھ تاکید کرتے ہوئے اموال میں بے برکتی، عبادتوں اور دعاؤں کے قبول نہ ہونے کو لقمہ حرام کے بدترین آثار کے طور پر معرفی کیا ہے۔

اسلام نے لوگوں کے اقتصادی مسائل و مشکلات سے نجات دینے کی غرض سے کاروباری حضرات کیلئے گرانفروشی کرنے سے پرہیز کرنے کی خصوصی تاکید کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ یہ اموال اللہ کی جانب سے امانت ہے اس امانت الٰہی میں گرانفروشی کے ذریعہ لوگوں پر زندگی تنگ نہ کیا جائے۔ اسلام میں اقتصاد کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے کافی ہے کہ اسلام کے تمام پیشوا یعنی انبیاء و آئمہ اطہار علیہم السلام خود دست بہ کار ہوتے تھے اور اپنی محنت و مشقت کے بل بوتے پر اپنے مسائل اقتصادی کو حل کرنے کی کوششیں کرتے تھے۔

قرآن کریم کی متعدد آیات میں مسلمانوں کے اقتصادی مسائل کے حل کے لئے معیشتی پیداوار کے وسائل کو بخوبی بیان فرمایا گیا ہے اور ان وسائل سے بہترین استفادہ کرتے ہوئے مسلمانوں کو اپنی معیشت مضبوط کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ انہیں پیداوار کے وسائل کے حوالہ سے قرآن کریم

کی آیات کی تفسیر میں ہمارے آئمہ اطہار علیہم السلام سے متعدد احادیث بھی وارد ہوئی ہیں جن میں زمین، دریا، حشرات اور مال مویشی ممترین وسائل پیداوار کے طور پر بیان ہوئے ہیں نیز انہی روایات سے ہمیں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ خود آئمہ اطہار علیہم السلام بھی انہی وسائل سے استفادہ کرتے ہوئے اقتصادی مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

اس بات کے پیش نظر کہ اسلام میں قرآن کے ساتھ پیامبر گرامی اسلام اور تمام آئمہ اطہار علیہم السام کے اقوال وافعال انسانوں کے لئے حجت ہیں انہی ذوات مقدس کی سیرت طیبہ پر عمل کرتے ہوئے مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنی اقتصادی مشکلات ومسائل کو حل کرنے کے لئے تلاش کریں اور اپنے آپ کو دوسروں پر بوجھ نہ بننے دیں اور پنے پاؤں پر کھڑے ہو کر نہ فقط اپنے مسائل کو حل کریں بلکہ دوسروں کے لئے اشتغال افزائی میں کردار ادا کریں۔

منابع و مآخذ:

1. ابن صباغ مالکی، علی بن محمد، الفصول المھمۃ، ناشر دار الحدیث، تاریخ نشر ۱۴۲۲ق۔
2. ابن فارس، احمد بن ذکریا، معجم مقاییس اللغۃ، الناشر: دار الفکر بیروت، چاپ: 1399ھ-- 1979م
3. ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، ناشر: دار صادر بیروت، سال چاپ 1375
4. احمد محیطی اردکانی، کسب روزی حلال، مجلّہ فرہنگ کوثر بہار 1387 - شمارہ 73
5. باقر مجلسی، بحارالانوار ناشر: اسلامیہ، سال چاپ: 1386
6. بہاء الدین علی بن عیسی اِربلی، کشف الغمۃ، ناشر: بنی ہاشمی تبریز ایران، سال نشر: 1381 ہجری قمری
7. تاج الدین محمد شعیری، جامع الاخبار ناشر: حضرت عباس (ع)، سال چاپ: 1392 نوبت چاپ: اول
8. حر عاملی، وسایل الشیعہ جماعۃ المدرسین فی الحوزۃ العلمیۃ بقم، مؤسسۃ النشر الاسلامی قم–ایران، سال نشر 1424 ق، چاپ اول
9. حمیری، عبداللہ بن جعفر، قرب الاسناد، الناشر والتحقیق: موسسہ ال البیت علیھم السلام لاحیآ التراث قم، ۱۴۱۳ق. = ۱۳۷۱.
10. خلیل بن احمد فراہیدی، العین، ناشر: موسسہ الاعلمی للمطبوعات، چاپ: 1408
11. راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، ناشر: نشر صادق قم، سال چاپ: 1387
12. سید محمد صحفی، اسلام دین معرفت ترجمہ اردو: محمد فضل حق، ناشر: جامعہ تعلیمات اسلامی پاکستان کراچی، چاپ: 2021
13. شیخ صدوق، من لایحضرہ الفقیہ، ناشر: مؤسسۃ النشر الاسلامی قم، سال نشر 1363 ش یا 1404 ق، چاپ دوم
14. شیخ علی متقی ابن حسام الدین الہندی، کنزالعمال ناشر: دار الکتب العلمیۃ - بیروت، سال نشر: 1419 ہجری قمری | 1998 میلادی
15. شیخ مفید، ارشاد، ناشر: کنگرہ شیخ مفید قم، سال چاپ: 1413 ق، نوبت چاپ: اول
16. طبرسی فضل بن حسن، مجمع البیان فی تفسیر القرآن، ناشر: انتشارات ناصر خسرو تہران، سال چاپ: 1372 ش
17. عزالدین بن الاثیر ابی الحسن علی بن محمد الجزری، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، انتشارات دار الفکر بیروت، سال انتشار 1432ھ-ق
18. غلامرضا زاہدی تبار، اہمیت تولید در اسلام
19. فہد حلی، عدہ الداعی ونجات الساعی، ابن فہد حلی، ناشر: انتشارات دار الاضواء بیروت
20. محدث قمی، سفینۃ البحار، ناشر: انتشارات اسوہ قم ایران
21. محمد بن علی ابن شہر آشوب، مناقب، ناشر: ذوی القربی، سال چاپ: 1389 نوبت چاپ: سوم
22. محمد بن مسعود العیاشی، تفسیر العیاشی؛ ناشر: المطبعۃ العلمیۃ تہران، چاپ: 1380 ق، چاپ: اول
23. محمد جواد نجفی، جواد محمدی، مقالہ معناشناسی واژہ «اسلام» در قرآن، با تاکید بر بررسی رابطہ آن با پلورالیزم دینی
24. محمد محمدی ری شہری، منتخب میزان الحکمۃ ناشر: موسسہ فرہنگی دار الحدیث قم، سال چاپ: 1384 نوبت چاپ: چہارم
25. محمدی ری شہری، میزان الحکمہ، ناشر: مؤسسہ فرہنگی درالحدیث قم، تاریخ نشر ۱۳۸۴ش
26. میرزا حسین نوری (محدث نوری)، مستدرک الوسائل، ناشر: موسسہ آل البیت لاحیاء التراث قم
27. ناصر مکارم شیرازی، لقواعد الفقہیۃ ج۱، ناشر: مدرسہ الامام علی بن ابی طالب (ع) قم، چاپ: 1370ھ. ش، چاپ: سوم
28. ناصر مکارم شیرازی دام ظلہ، پیام امام امیر المومنین علیہ السلام، ناشر: دار الکتب الاسلامیہ تہران، چاپ: 1386ھ. ش، چاپ: اول
29. ناصر مکارم شیرازی دام ظلہ، دائرۃ المعارف فقہ مقارن، ناشر: مدرسہ الامام علی بن ابی طالب (ع) قم، سال: 1427ھ. ق، چاپ: اول

حوالہ جات :

1 ۔الکافی ،ج/2 ،ص/307
2 ۔ سورہ ھود/84۔85
3 ۔ابن منظور ، لسان العرب ،ج/12 ،ص/289
4 ۔راغب اصفہانی ،المفردات فی غریب القرآن ،ج/1 ،ص/421
5 ۔ابن منظور ، لسان العرب ،ج/12 ،ص/290
6 ۔ابن فارس ، معجم مقائیس اللغۃ ،ج/3 ،ص/90)
7 ۔ایضا ،ص/292
8 ۔طبرسی فضل بن حسن ،مجمع البیان فی تفسیر القرآن ،ج/2 ،ص/716
9 ۔ محمد جواد نجفی ،جواد محمدی ، مقالہ معناشناسی واژہ «اسلام» در قرآن ، باتاکید.بر.بررسی رابطہ آن باپلورالیزم دینی
10 ۔ سورہ بقرہ/112
11 ۔ سورہ بقرہ/131
12 ۔ سورہ آل عمران/20
13 ۔راغب اصفہانی ،المفردات فی غریب القرآن ،ج/1 ،ص/272۔ خلیل بن احمد فراہیدی ،العین ،ج/5 ص/54۔ابن منظور ،لسان العرب ،ج/3 ،ص/352۔353
14 ۔ سورہ لقمان/19
15 ۔ سورہ فرقان/67
16 ۔فاطر/32
17 ۔راغب اصفہانی ،المفردات فی غریب القرآن ،ج/1 ،ص/273۔
18 ۔ سورہ نساء/5
19 ۔ سورہ نجم/39
20 ۔ سورہ ذاریات/56
21 ۔ سورہ ھود/61
22 ۔ باقر مجلسی ،بحارالانوار ،ج/44 ،ص/190
23 ۔حر عاملی ،وسایل الشیعہ ،ج/6 ،ص/278
24 ۔ایضا
25ابن الاثیر الجزری ، سد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ ،ج/2 ،ص/185
26 ۔ شیخ مفید ،ارشاد ،ج/2 ،ص/159؛ محمد بن علی ابن شہر آشوب ،مناقب ،ج/4 ،ص/201؛ بہاء الدین علی بن عیسی الاِربلی ،کشف الغمۃ ،ج/2 ،ص/330؛ابن صباغ ،علی بن محمد ،الفصول المہمۃ ،ص/213؛ محمد باقر مجلسی ،بحار الانوار ،ج/46 ،ص/2871
27 ۔ ناصر مکارم شیرازی ، دائرۃ المعارف فقہ مقارن ،ج/2 ،ص/42
28 ۔ایضا ،ص/43
29 ۔ایضا ،ص/182
30 ۔ایضا ،ص/183

31 ۔ کلینی ‘الکافی ‘ص/5 ‘ص/76

32 ۔ ناصر مکارم شیرازی ‘ دائرۃالمعارف فقہ مقارن ‘ج/2 ‘ص/486

33 ۔ ناصر مکارم شیرازی ‘ دائرۃالمعارف فقہ مقارن ‘ج/2 ‘ص/199

34 ۔ ناصر مکارم شیرازی ،پیام امام امیر المومنین علیہ السلام ‘ج/3 ‘ص/641

35 ۔ایضا ‘ص/642

36 ۔ محمد باقر مجلسی ‘ بحارالانوار ‘ج/۶۸ ‘ص/۳۴۹ ‘ح/۲۰،

37 ۔ ناصر مکارم شیرازی ‘ دائرۃالمعارف فقہ مقارن ‘ج/2 ‘ص/420

38 ۔ محمدی ری شہری ‘ میزان الحکمہ ‘ج/11 ‘ص/5186

39 ۔ حر عاملی ‘وسائل الشیعہ ‘ج/12 ‘ص/37

40 ۔ کلینی ‘الکافی :ج/5 ‘ص/85 ‘ محمد محمدی ری شہری ‘منتخب میزان الحکمۃ : ص/492

41 ۔ تاج الدین محمد شعیری ‘ جامع الاخبار ‘ج/1 ‘ص/139

42 ۔ شیخ علی متقی ابن حسام الدین الہندی ‘کنزالعمال ج/3 ‘ص/238

43 ۔ سورہ طلاق/2.3

44 ۔ شیخ صدوق ‘ من لایحضرہ الفقیہ ‘ج/5 ‘ص/67

45 ۔ کلینی ‘الکافی ‘ج/5 ‘ص/84 ‘ سید محمد صحفی ‘اسلام دین معرفت ‘ص/18

46 ۔ سورہ مائدہ/88.87

47 ۔ سورہ النحل/114

48 ۔ محمد باقر مجلسی ‘بحارالانوار ‘ج/103 ‘ص/9.

49 ۔ محمد باقر مجلسی ‘بحارالانوار ‘ج/71 ‘ص/128و137

50 ۔احمد محیطی اردکانی ‘کسب روزی حلال ‘مجلّہ فرہنگ کوثر بہار 1387 - شمارہ73 ‘ص/23

51 ۔ سورہ مائدہ/62ص و63

52 ۔احمد محیطی اردکانی ‘کسب روزی حلال ‘ مجلّہ فرہنگ کوثر بہار 1387 - شمارہ73 ‘ص/23

53 ۔ کلینی ‘الکافی ‘ج/5 ‘ص/125 ‘ح/7

54 ۔ سفینۃ البحار ‘محدث قمی ‘ج/1 ‘ص/299؛ محمد باقر مجلسی ‘ بحارالانوار ‘ج/100 ‘ص/141

55 ۔ سورہ فرقان/23

56 ۔ابن فہد حلی ‘عدۃالداعی ‘ص/230؛ محمد باقر مجلسی ‘بحارالانوار ‘ج/7 ‘ص205

57 ۔ محمد باقر مجلسی ‘ بحارالانوار ‘ج ۶۳ ‘ص ۳۱۴. ابن فہد حلی ‘عدہ الداعی و نجات الساعی ‘ابن فہد حلی ‘ص۱۳۹.

58 ۔ایضا

59 ۔ ناصر مکارم شیرازی ‘القواعدالفقہیۃ ج/1 ‘ص/28

60 ۔ کلینی ‘الکافی ‘ج/5 ‘ص/161

61 ۔ ناصر مکارم شیرازی ‘ دائرۃالمعارف فقہ مقارن ‘ج/2 ‘ص/372و373

62 ۔ سورہ حدید/7

63 ۔ سورہ نور/33

64 ۔ سورہ بقرہ/108

65 ۔ کلینی ‘الکافی ‘ج/5 ‘ص/71

66 ۔ایضا ‘ص/72

67 ۔ایضا

68 ۔ایضا ‘ج/5 ‘ص/76

69 ۔ سورہ انبیاء/80

70 ۔ سورہ نساء/141

71 ۔ غلام رضا زاہدی تبار، اہمیت تولید در اسلام

72 ۔ سورہ یس/34و35

73 ۔ محمد بن مسعود العیاشی، تفسیر العیاشی؛ ج/2؛ ص/86

74 ۔ میرزا نوری، مستدرک الوسائل، ج/13، ص/460

75 ۔ ایضا، ج/13، ص/26

76 ۔ حمیری، عبداللہ بن جعفر، قرب الاِسناد، ص/115

77 ۔ سورہ نحل/14

78 ۔ ایضا/68و69

79 ایضا/66

80 ۔ سید محمد صحفی، اسلام دین معرفت، ص/21و22

81 ۔ ایضا، ص/77